نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

اے محمد گر قیامت برمی آری سر ز خاک
سر برآور ویں قیامت درمیان خلق بین

عربوں اور یہود کی لڑائی جو درحقیقت کفر و اسلام کا معرکہ کہلائے گی جن تلخ اور ہولناک نتائج پر منتج ہوئی حساس طبائع اب تک اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ عربوں کی ہزیمت، سرزمین اسلام پر یہود (خذلھم اللہ) کا تسلط، بے پناہ مالی و جانی نقصان، اور سب سے بڑھ کر قبلۂ اول بیت المقدس کا سقوط۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ سب کچھ ہوا جو خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔

ایھا النفس اجملی جزعا فان ما تحذرین قد وقع

اس واقعۂ ہائلہ کے اسباب و عوامل پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ مگر جذبات کی شدت خیالات کے تشتت اور ہیجان و اضطراب کے عالم میں بمشکل صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ درحقیقت ہماری چودہ سو سالہ تاریخ میں فتنۂ ارتداد اور تاتاریوں کی یلغار کے بعد یہ تیسرا نازک موقع ہے۔ جو اسلام کو درپیش ہے اور جس نے اسلام کے کروڑوں دعویداروں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ اسکی تلخی صدیوں تک قائم رہے گی۔ اور اسے قائم رہنا چاہیئے کہ ایسے حوادث قوموں کی بیداری اور تن کروٹ لینے کے لئے ہی قدرت کیطرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ پھر اسلام جسکی اساس ہی قربانی اور ایثار جہاد پیہم اور جہد مسلسل پر ہے۔ اگر اس کے علمبردار جنہیں اللہ نے اپنی مخلوق پر گواہ (شہداء علی الناس) بنا کر بھیجا اپنے امتیازی اوصاف اور ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں تو لازمی ہے۔ کہ قدرت انہیں تازیانۂ عبرت دے تاکہ یہ اپنے آپ کو پہچان کر نئی توانائیوں سے رزم گاہ ہستی میں کود پڑیں۔ مگر قانون عروج و زوال کے مطابق ایسا نہ ہو تو کیا اس روئے زمین پر قیامت تک شہادت علی الناس دعوت الی اللہ اور مدافعت حق کے لئے کوئی دوسری مخلوق آسمان سے اتر کر آئے گی۔؟ ــــ پس اگر اس واقعہ فاجعہ کے عوامل و محرکات پر غور و فکر ہماری بیداری اور غفلتوں کے تدارک کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ خدافراموشی اور غیروں پر اعتماد و بھروسہ کی خرابی انابت الی اللہ اور خدائے حی و قیوم پر اعتماد و توکل سے بدل جاتی ہے۔ اور اس درس عبرت کی وجہ سے ہماری صفوں کا انتشار

افتراق ختم ہو کر بنیان مرصوص اور جسدِ واحد کی شکل اختیار کر لیتا ہے، تو یہ شکست ہزار فتح مندیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ اور یہ ہزیمت بلاشبہ "فتح مبین" بن سکتی ہے۔ باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب۔

پس اگر اس قیامتِ صغریٰ کے نتائج وعوامل پر غور و فکر ہمیں ان اسباب تک پہنچاتا ہے جن کا وجود ہمارے اندر ہے باہر سے نہیں۔ اور ان خرابیوں کا سرچشمہ ہمارے انفرادی اور اجتماعی اعمال اور ناعاقبت اندیشیاں ہیں، تو ہمیں غیروں کے شکوہ شکایت، جزع فزع، ہنگامہ آرائیوں اور خارجی و مادی اسباب کی نشاندہی اور ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرانے کی بجائے اولین فرصت میں اپنی صلاح و اصلاح میں لگ جانا چاہیے۔ مرض کا ازالہ تب ممکن ہے کہ پہلے فاسد مادہ اور اندرونی ناسور الگ کر دیا جائے۔ خدائے لم یزل نے ہمیں "اسلام" اور "خاتم النبیین" کی شکل میں جو نسخہ کیمیا اور اکسیر شفا عطا فرمائی۔ اس نسخہ سے اپنی خرابیوں کا ازالہ اور کمزوریوں کا تدارک کر دیں ورنہ خطرہ ہے کہ ہماری مزید غفلتوں سے ہمارے اجتماعی وجود کو جو گھن لگ چکا ہے، وہ پورے جسم کو ہلاک کر کے رکھ دے۔ ولا فعل اللہ کذالک۔

پس اے لوگو! جو قیامت تک اپنے آپ کو خدائے کریم کی نصرت و امداد کے مستحق سمجھتے ہو کیا اللہ نے اپنی نصرت کے استحقاق کے لئے کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔؟ اور کیا ہمارے صرف زبانی دعووں سے اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ ہر حال میں ہمیں فتح و کامیابی سے نوازے۔؟ حاشا وکلا اگر ایسا ہے تو تم نے استحقاق کے لئے غلط پیمانہ قائم کر رکھا ہے۔ کوئی مخلوق اپنی علاقائی، نسلی اور قومی خصوصیتوں یا وطنی اور لسانی عصبیتوں کی وجہ سے اس کے الطاف وعنایات کی سزاوار نہیں بن سکتی یہ تو سب ہمارے بنائے ہوئے معبودِ باطلہ ہیں، کہ اس نے کوئی دلیل اس کے لئے نہیں اتاری ان ھی الا اسماءٌ سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان۔ اس کی دستگیری کا معیار اور امانت کا پیمانہ تو صرف اور صرف ایمان واسلام ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم اگر تم خدا کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم نہ اکھڑیں گے۔ وکان حقاً علینا نصر المؤمنین اور ہم پر لازم ہے مومنین کی مدد کرنا ——— ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

یہ "ایمان واسلام" جس پر ہماری دین و دنیا کی کامرانی اور خداوند تعالیٰ کی امداد و معاونت موقوف ہے۔ کیا صرف نام ہیں جنہیں اپنا کر حق تعالیٰ کا مطالبہ پورا ہو جاتا ہے۔؟ نہیں بلکہ وہ عبارت ہے اس باطنی کیفیت اور داخلی قوت سے جس کے نتیجہ میں تمام کائنات اور مخلوق کی ساری خود ساختہ

خدائیاں ہیچ نظر آئیں، عالمِ غیب مشاہدہ بن جائے اور راہِ حق میں متاعِ ہر دو عالم کی قربانی، فدائیت اور سرفروشی، کامیابی اور سرخروئی معلوم ہونے لگے۔ اسکی نظر میں فتح وشکست اور عروج وزوال کا دارومدار آلات ووسائل پر نہ ہو۔ اسکی نگاہ صرف مسبب الاسباب پر رہے، اور وہ ایمان اور عقیدہ کی صداقت، مقاصد سے والہانہ شیفتگی، مضبوط یقین اور پاکیزہ کردار ہی کو اپنی کامرانیوں کا ذمہ دار ٹھہرائے۔

اس ایمانی کیفیت کا حامل جب اپنی تاریخ پر نگاہ ڈالتا ہے۔ تو اسے قدم قدم پر اس باطنی قوت سے ظہور پذیر ایسے محیر العقول کارنامے نظر آتے ہیں، کہ ظاہری آلاتِ حرب وضرب اور مادی شوکت وسطوت سے تہی دامن مٹھی بھر جماعت اٹھتی ہے اور طاقت وقوت کے بڑے بڑے فرعونوں کا سارا دبدبہ اور طنطنہ خاک میں ملا کر رکھ دیتی ہے۔ اسکی تاریخ بدر وحنین اور یرموک وقادسیہ معرکہ ہائے خونین سے پٹی پڑی ہے۔ تاریخ کا آئینہ اس کے سامنے ان دلق پوش فقراء کو پیش کرتا ہے۔ جن کی ٹھوکروں سے قیصر وکسریٰ کا تاج مدینہ کی گلیوں میں پامال ہوتا ہے۔ اور جن کے لازوال ایمان ویقین کی بدولت کسریٰ کی ہزار ہا سالہ عظمت وشوکت چند سالوں میں پیوندِ خاک ہو جاتی ہے۔ اسکی تاریخ ان شاہانِ بے کلہ کو سامنے لاتی ہے جن کی للہی یلغار سے بحر وبر کانپ اٹھتے ہیں۔ اور جو اپنے ناقابلِ تسخیر ایمان وعزیمت کے سہارے بحرالکاہل کے مہلک طوفانوں کو چیر کر جبل الطارق پر توحید کا نشان گاڑ دیتے ہیں۔ اہلِ دولت جن کے گھوڑوں کی رکھوالی کیا کرتے ہیں ــــــ وہ فاقہ مست فقیر (ربعی بن عامرؓ) جو فارس کے روم کے بھرے درباروں میں ایک عجیب شانِ بے نیازی سے داخل ہوا اپنے نیزے کی نوک سے ریشمی قالین کو چھیدتا اور گھوڑے پر سوار مخملیں فرشوں کو روندتا چلا گیا۔ سپہ سالار افواج کی مسند کے قریب پہنچ کر اترا اور زرتار گاؤ تکیہ سے اپنی سواری کو باندھا۔ کیا وہ کسی دوسرے گھرانے کا کوئی فرد تھا۔؟

اگر تم کہو کہ یہ تو عہدِ سعادت کی باتیں ہیں تو کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہی بیت المقدس جس کے سقوط پر تم آج گریہ کناں ہو اور جسکی دیوار گریہ نے آج پورے عالمِ اسلام کو دیوار گریہ بنا دیا ہے ــ چھٹی صدی ہجری کے مجدد اور محافظ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے جب اسے کافروں سے واگذار کیا تو دنیا کی کتنی مادی طاقت ان کی پشت پر تھی۔؟ اور کتنی اجنبی اقوام پر انہوں نے بھروسہ کیا تھا۔؟ اور کیا دشمن نے طاقت وقوت جمع کرنے میں کوئی کسر اٹھائی تھی۔؟ ہرگز نہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ روئے زمین کی تمام صلیبی قوت عالمِ اسلام کے اس ایک شہر پر اکٹھی ہو چکی تھی۔ یورپ جو ازل سے

اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ شام کے چھوٹے سے خطے پر امنڈ آیا تھا۔ اور اس کے تمام جنگ آزما بہادر مشہور بادشاہ اور سورما ۔۔۔ قیصر، فریڈرک، رچرڈ، شیر دل، شاہانِ انگلستان، فرانس، صقلیہ آسٹریا، فلانڈرز کے ڈیوک اور نائٹ سب نے مل کر اپنی آہنی فوجوں کے ساتھ اس خطۂ مقدس پر یلغار کی تھی، تو کیا صلاح الدینؒ جس نے پورے عالمِ اسلام کی طرف سے حریمِ اسلام کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا تھا، فوجی قوت و طاقت میں ان سب سے بڑھ کر تھا۔؟ نہیں بلکہ ظاہری محدود اسباب سے زیادہ یہی ایمان کی قوت اور احتساب کی دولت تھی، جس کے بل بوتے پر انہوں نے صلیبیوں کو وہ عبرتناک سبق دیا کہ صدیوں تک سر نہ اٹھا سکے۔ وہ جہاد اور سرفروشی کا جذبہ تھا جس نے سلطان کو مجسمہ جہاد اور شعلہ جوالہ بنا دیا اور جب تک خرمنِ باطل کو خاکستر نہ کیا چین سے نہ بیٹھے۔ اسی جذبے نے سلطان سے اولاد و اعزہ اور وطن و مسکن کو خیرباد کہلوایا اور تپتے ریگستان کی زندگی گوارا کی۔ اسلام کا کھویا ہوا وقار و عظمت جب تک بحال نہ کیا تڑپتے رہے۔ کسی نے ان کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا کہ میدانِ جنگ میں سلطان کی کیفیت اس غمزدہ ماں کی مانند ہوتی جس نے اپنے اکلوتے بیٹے کا داغ اٹھایا ہو، وہ صفوں کو پھرتے روتے پھرتے اور وجد میں ڈوب کر ان کی زبان پر ایک ہی دل سوز نعرہ ہوتا یاللاسلام، یاللاسلام، اے لوگو اسلام کی مدد کرو واعمداہ (ہائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پھر انکی یہ ساری تگ و دو قوم و وطن اور رنگ و نسل کے وقار کی بحالی کے لئے تھی۔؟ نہیں بلکہ اسلام اور صرف اسلام کے لئے اعلاء کلمۃ حق اور مظلوم کی دادرسی کے لئے دینِ محمدؐ کا استعلاء ان کا مطلوب اولین و آخرین تھا۔ اس نے ریجی نالڈ کمانڈر کو اپنے ہاتھ سے یہ کہہ کر تہ تیغ کیا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں ۔۔۔ ھا انا انتصر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ اس گستاخ نے مکہ اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ سلطان نے یہ گستاخ زبان کھینچ لی ۔۔۔ وہ اپنی فتوحات کے لئے خداوند تعالیٰ سے مدد کا طلبگار تھا، ان کا پہلا اور آخری سہارا وہی خدائے احکم الحاکمین ہوتا شب بھر ان کی جبینِ نیاز اسکی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتی اور گڑگڑا کر روتے، یہاں تک کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔

ایک طرف مومنانہ زندگی کے یہ روشن مینار جن کی روشنی میں ہمارے اسلاف نے حق کا بول بالا کیا اور دوسری طرف عصرِ حاضر کی ظلمت اور عالمِ اسلام کا دینی ضعف اور زوال، دنیا طلبی، اور خدا فراموشی کا بحران، دینی اعتقادات میں تذبذب، قدرت کے وعدوں پر بے اطمینانی اور غیروں پر بھروسہ، یہود و نصاریٰ کی تقلید اور قدوسی اسلاف کی سیرت سے گریز و فرار فشتان بینہما ۔۔۔ موازنہ اور احتساب کیجئے ۔۔۔

اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہے خستہ حال ۔۔۔ پوچھے خدا کوئی کہ مسلمان ہے کہاں؟

ہمیں اسوۂ حسنہ دیا گیا رسولِ کریم کے اعمال و کردار کا ہم نے معیار بنایا یورپی تہذیب کو اور پھر ہم سر تا پا اس یورپی تمدن میں ڈوبتے چلے گئے یہاں تک کہ آج ۔۔۔ یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود۔ اور مخبرِ صادق کا یہ فرمان صادق ہوا کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبر وذراعًا بذراع حتی۔ تم ضرور پچھلے لوگوں کی قدم بقدم پیروی کروگے، یہاں تک کہ لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم قیل یا رسول اللہ الیهود والنصاریٰ قال فمن ؟ (رواہ الشیخان) اگر وہ لوگ سانڈے کے سوراخ میں گھسے ہوں تو تم بھی ان کے اتباع میں ایسا کروگے، حضور سے پوچھا گیا کہ کیا پچھلے لوگوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ فرمایا تو اور کون ۔؟ ۔۔۔ ہماری بود و باش معاشرت و سیاست سب کچھ ان ہی صلیبی اقوام کے رنگ میں ڈوب گئی، جو ہمارے ملک و وطن اور جان و مال کے دشمن رہے۔ ہمیں درس دیا گیا کہ شرافت و کرامت کا معیار صرف دین اور تقویٰ ہے اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کیلئے ہے۔ ہم نے عزت اور افتخار کا معیار قومیت اور جاہلی عصبیت کو بنایا۔ ہمیں حکم دیا گیا کہ قوم و نسل کے یہ بت خواہ عجمی ہوں یا عربی انہیں توڑ دیا جائے ہم نے انہی بتوں کو چوراہوں پر نصب کیا اور اس کی پوجا کرنے لگے۔ ہمیں بتلایا گیا کہ تمہاری دینی و دنیوی مشکلات کا مداوا صرف اسلام ہی ہے۔ مگر ہم نے پناہ ڈھونڈھی غیر تہذیبوں اور نظریوں، کیپٹل ازم، سوشلزم، مارکسزم، اشتراکیت، وشیوعیت، نیشنلزم، ریشنلزم میں۔ کھوکھلے نعرے۔ جو کبھی بھی ہم میں خداداد صلاحیتوں کے ابھارنے کا جذبہ پیدا نہیں کرسکتے ۔۔۔ ہمیں تلقین کی گئی کہ مشرق و مغرب کے تمام مسلمان ایک گھر کے افراد اور ایک قالب کی جان ہوں۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم ۔ آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ۔۔۔ مگر ہم نے اپنی قوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے ہوئے اور ہماری ساری توانائی دشمن کی بجائے باہمی جنگ و جدال پر خرچ ہوتی رہی۔ بجائے اپنی طاقت جمع کرنے کے کاسۂ گدائی لیا اور غیروں کی جبہ سائی کو اپنا شعار بنایا۔ ہمیں بانگِ دہل اور بار بار کہا گیا کہ دشمنانِ حق کبھی تمہارے خیر خواہ نہیں بن سکتے۔ تمہیں خدا کی مدد اور اپنے زورِ بازو اور وسائل پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

لا یتخذ المومنون الکافرین	مسلمان کبھی بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ کر کافروں
اولیاء من دون المومنین ومن	کو دوست نہیں بناتے۔ اور جس نے ایسا کیا تو
یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء	پھر خدا کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔

(۳۔۔۲۷)

اور یہ مقہور و مخذول یہود و نصاریٰ ان کے باہمی گٹھ جوڑ کو اشارہ کرتے ہوئے، کس قدر شدید وعید نائی

یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود — اے مومنو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ
والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء — جو تمہارے خلاف سازشوں میں ایک دوسرے
بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم — کے دوست ہیں اور جس نے ایسا کیا تو بلاشبہ
(۵-۵۲) — وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

نہ صرف کافر بلکہ حق و صداقت کا مذاق اڑانے والے وہ تمام لوگ جو اپنے عناد یا باطنی خبث والحاد اور گمراہی کی وجہ سے دین اور دینی اقدار کا مذاق اڑاتے ہوں، ہرگز تمہاری دوستی کے سزاوار نہیں:

یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین — اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ
اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا (۵-۶۰) — جو تمہارے دین کے ساتھ ہنسی اور مذاق کرتے
ہیں۔ اور تمہارے دین کو انہوں نے ایک کھیل بنا لیا ہے۔

ہمیں خبردار کیا گیا کہ بے جا لاف زنی اور اپنی ظاہری کثرت اور قوت پر گھمنڈ نہ کرو۔ جس کا انجام شکست ہی ہو۔

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم — اور حنین کے دن جب کہ تمہیں اپنی کثرت کا گھمنڈ
فلم تغن عنکم شیئا وضاقت — ہونے لگا پس اس کثرت نے تمہیں ذرا بھی فائدہ
علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم — نہ پہنچایا۔ اور زمین تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ
مدبرین۔ — پھیر کر بھاگ گئے۔

ہمیں تعلیم دی گئی کتاب و سنت کی مگر ہم نے اپنی نسلوں کو ان دونوں سے دور رکھا اور ترقی و کامیابی کا ضامن غیروں کی کافرانہ تعلیم گاہوں کو سمجھا۔ ہمیں ہمارے رسول نے واضح ہدایات دیں کہ مسلمان کی نظروں میں دنیا اور اس کی چند روزہ عیش و عشرت کوئی وقعت نہیں رکھتی، وہ ایک اہم مقصد رضائے حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر موت کو اتنا محبوب سمجھتا ہے جتنا کہ کافر میں شراب کو۔ مسلمان دنیا کو اکبر ہم نہیں بناتا، وہ موت کو وصال محبوب کا ذریعہ اور راہ حق میں شہادت حیات جاودانی کا موجب سمجھتا ہے۔ مگر ہم نے دنیا کی چند روزہ لذت کوشی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ ہم دنیا اور مال و دولت کے غلام بن کر رہ گئے ہمارے ریگستانوں پر پیرس اور لندن کے بازاروں کا شبہ ہونے لگا، مگر ہماری مسجدیں ویران ہو گئیں۔ اور وہی کچھ ثابت کر دکھایا جس کا مخبر صادق و مصدوق ﷺ کو خدشہ تھا۔ فواللہ ما الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم۔ قسم بخدا مجھے تمہارے بارے میں فقر کا فکر نہیں، مجھے یہ خدشہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے اور تم اسی طرح ریجھ جاؤ جس طرح اور لوگ اس پر ریجھ گئے اور

اوروں کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر ڈالے۔

اسلاف نے ہمارے سامنے دنیا کی بے وقعتی اور راہِ حق میں جذبۂ سرفروشی کے کیسے کیسے نمونے نہیں رکھے؟ یہ مجاہد رضی اللہ عبداللہ بن جحشؓ ہیں، جنہوں نے میدانِ احد میں کس جذبۂ جانسپاری سے دعا کی:

اللّٰھم ارزقنی عدوا رجلاً شدیدا	الٰہی کل ایسے کافر سے میرا مقابلہ ہو جو حملہ و مدافعت
باسہ شدیداً حردہ اقاتلہ	میں قوی ہو، میں لڑوں تیری راہ میں، پھر وہ مجھ کو قتل
فیقاتلنی فیقتلنی ثم یاخذنی	کر ڈالے اور میری ناک و کان کاٹ ڈالے، پھر
فیجدع انفی واذنی فاذا لقیتک قلت	جب تیرے حضور حاضر ہوں، اور تو دریافت
یا عبداللہ فیما جدع انفک واذنک	فرمائے کہ عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے
فاقول فیک وفی رسولک فتقول	گئے، تب میں عرض کروں تیری اور تیرے رسول
صدقت ۔ (رحمۃ للعالمین)	کی راہ میں، تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔

اور جیسا انہوں نے چاہا وہی معاملہ ان کے ساتھ پیش آیا ——— یہ عمرو بن جموحؓ صحابی ہیں جن کے پاؤں میں لنگ ہے۔ چاروں جوان بیٹے جہاد میں شریک ہیں۔ مگر وہ خود بھی شہادت کے لئے بیقرار ہے، کہ میں بھی اپنے لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں پھروں۔ اور یہ دوسرے صحابی عمیر بن حمامؓ انصاری ہیں جنہوں نے جنت کی وسعتوں کا ذکر سنا تو کھجور کا کچھا دور پھینکا کہ اتنا عرصہ وصالِ محبوب میں کیوں رکاوٹ بنے اور میدان میں کود کر شہادت پائی، یہ انس بن نضر ہیں، کہ جسم پر اسیؓ زخم آئے ہیں۔ موت سے پہلے احد کے اس پار جنت کی خوشبو محسوس کر رہے ہیں۔ انہوں نے نمونہ پیش کیا ان معصوم بچوں کا جو پنجوں کے بل کھڑے ہو ہو کر جہاد میں شرکت کا پروانہ مانگتے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے بیعت کرتے وقت اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا کہ اسے راہِ حق میں کٹوانے تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ———

ان مایہ ناز خواتین کا جن کے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے سب راہِ حق میں شہید ہوئے مگر ان کو فکر دامنگیر ہے تو حضور سرورِ کائناتؐ کی صحت و عافیت کا ——— اسلام نے ہمیں آئیڈیا دیا فاروق اعظمؓ کا جو اپنی اونٹنی پر غلام کو بٹھائے اور اس کی مہار تھامے ہوئے بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں۔ اور ان کے کپڑوں میں بیشمار پیوند لگے ہوئے ہیں ——— مگر ہم نے راہ اختیار کی موت سے فرار اور دنیا طلبی کی، مادیت کو آخرت پر ترجیح دی، اور بزدلی و مکروہ تن پروری کی رسوائی مول لی۔ پھر کیا اس مخبر صادقؐ نے ان تخریبوں کی ہلاکت آفرینی سے ہمیں آگاہ نہیں کیا ———؟ انہوں نے تو صاف الفاظ

میں فرمایا کہ:

"قریب ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر جھپٹ پڑیں جس طرح کھانے کے دسترخوان پر ایک دوسرے کو بلایا جاتا ہے۔ تمہاری تعداد اس وقت بہت زیادہ ہوگی مگر تم ولکنکم غثاء کغثاء السیل بسمندر کی جھاگ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی"

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: وتبقی حثالۃ کحثالۃ الشعیر لایبالیھم اللہ بالۃ - یعنی جَو کا بھوسہ بن کر رہ جاؤ گے جس کی خداوند تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے قلوب میں وھن پیدا فرما دے گا۔ اور وھن کی تفسیر خود رسول کریم نے وہی فرمائی جو آج ہماری بربادیوں کی جڑ ہے۔ فرمایا حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔ یعنی دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ——

ایک جویائے حق و صداقت مسلمان جب ان حالات اور اسباب پر غور کرے گا تو اس اعتراف پر مجبور ہوگا کہ جو کچھ پیش آیا ہم اس سے زیادہ کے سزاوار تھے۔ یہ تو اس رحمان و رحیم کی غایت کرم گستری ہے کہ ہمیں اب بھی اتنی مہلت دی گئی ہے، اور عمل کی ایک وسیع آماجگاہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ایسے اسلاف کی وارث اور ان امانتوں کی حامل امت کی یہ خود فراموشیاں تو ہمارے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے لئے بھی کافی تھیں۔ مگر یقین کیجئے کہ اس رحیم آقا نے اپنی رحمتوں کی چادر امت مرحومہ سے اب بھی نہیں کھینچی —— ع ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است

اس کا اعلان یہ ہے کہ:

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون	ہمت مت ہارو اور نہ اس شکست سے غمگین و
ان کنتم مؤمنین ان یمسسکم	شکستہ خاطر ہو اگر تم سچے مومن بن جاؤ تو فتح آخرکار
قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام	تمہارے لئے ہے۔ اگر تم کو اس لڑائی میں زخم لگے
نداولھا بین الناس۔	تو دشمن بھی تو زخم کھا چکا ہے۔ اور یہ تو وقت

کے نتائج و عواقب ہیں جو باری باری سب کو ظاہر ہو رہے ہیں۔

خدائے رحیم کی رحمت و نصرت سے مایوسی کفر ہے۔ یاس و قنوط مسلمان کا شیوہ نہیں اس کی رحمتوں سے ناامیدی اس کی نگاہ میں مبغوض ترین عمل ہے۔ وہ پکار کر کہتا ہے: لا تایئسوا من روح اللہ انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکٰفرین۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو کہ یہ تو کافروں کا شیوہ ہے —— ذرا دل کی گہرائیوں سے پوچھ تو لو کہ کبھی حق کی صداقت کفر کی تاریکیوں سے مغلوب ہو

سکتی ہے۔ ؟ کیا اسلام جیسا دین فطرت مسخ شدہ یہودیت اور نصرانیت سے دب سکے گا؟ کیا قرآن کریم صلیب سے شکست کھائے گا۔ ؟ کیا اسلام کی روشنی رہتی دنیا کے لئے نہیں۔ ؟ اور کیا خاتم پیغمبرانﷺ کی نبوت کا دور ختم ہو چکا۔ ؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا خدا سے حی و قیوم اپنی سرکش اور جابر و ظالم مخلوق کے ہاتھوں بے بس ہو چکا ہے۔ ؟ حاشا و کلا جبکہ ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو یقین کیجئے کہ حق تعالیٰ نے جس دین کو ساری صداقتوں کا مجموعہ بنا کر بھیجا اسے قیامت تک رہنا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے خدا کے لامحدود خزانوں میں بیشمار وسائل اور قوتیں موجود ہیں۔ اسکی بقاء کسی ایک قوم اور کسی ایک خطہ اور علاقہ سے وابستہ نہیں۔ اگر ایک تلوار اپنا کام پورا کر کے زنگ آلود اور بے کار ہو گئی تو اسکی حفاظت کے لئے کروڑوں تازہ اور تابدار تلواریں غیب کی نیام سے نمودار ہونگی، اگر ایک قوم نے کوتاہی کی تو وہ دوسروں کو اس عزت سے سرفرازی بخشے گا۔ ان یشأ یذھبکم ایھا الناس ویأت بآخرین۔ اور جب تک اس کائنات رنگ و بو کی بقاء منظور ہے۔ اسلام اور اسلام کی روشنی بھی قائم رہے گی ۔۔۔ ہمارے کرنے کا کام صرف یہ ہے۔ کہ قوموں کے عروج و زوال اور فلسفۂ عروج وارتقاء کی روشنی میں اس المیہ سے عبرت لیں، اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں، اور پختہ ایمان اور پاکیزہ کردار، نئے جوش اور ولولے سے میدان میں اتریں تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور ہم محمد عربی علیہ السلام کا پھریرا پھر سے بیت المقدس اور دیگر مقبوضہ علاقوں پر لہرا سکیں ۔۔۔۔۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ۔۔۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ۔۔۔

واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل

سمیع الحق

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

پچھلے ماہ مجلس احرار اسلام کے مشہور رہنما اور متحدہ اسلامی محاذ کے صدر شیخ حسام الدین کا انتقال ہوا۔ شیخ صاحب موصوف کی ساری زندگی ملک و ملت کی بیش بہا خدمات میں بسر ہوئی اور تحریک آزادی میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ حال ہی میں مولانا انظر شاہ قیصر مدیر دارالعلوم دیوبند کے خط سے انکی والدہ محترمہ کے وصال کا علم ہوا۔ مرحومہ حضرت محدث عصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ دارالعلوم حقانیہ میں ہر دو مرحومین کے رفع درجات اور پسماندگان کے صبر و جمیل کیلئے دعائیں کی گئیں۔ دارالعلوم اور الحق تمام متعلقین کیساتھ انکے غم میں شریک ہے۔ (ادارہ)